مولوی عبدالواحد ہیروی

اسلام میں صبر کی اہمیت و افادیت

صبر کے لغوی معنے روکنا، سہارنا، برداشت کرنا، استقامت اختیار کرنا کے ہیں اصطلاح شرعیہ میں صبر سے یہ مراد ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو اسلام پر قائم ودائم رکھے۔ رنج والم کے وقت کسی بھی آنے والی تکلیف ومصیبت کو (ثواب وجزا کی امید سے) نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ خدا کی رضا پر مکمل قانع اور راضی رہے، عالی حوصلگی، عزم واستقلال اور جوانمردی وپامردی سے اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکے۔ بے چینی وبے قراری اور شکوہ وشکایت کا اظہار نہ کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (پ ۱۶ - طٰهٰ آخر)

(اے مخاطب!) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیئے!

ایک مرتبہ ایک صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسی وصیت فرمایئے کہ اس کے بعد اور کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے تو آپ نے فرمایا:۔

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

یعنی تو کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھر ثابت قدم ہو جا

گویا کہ خوش حالی کے وقت خدا تعالیٰ کے عطا کردہ الطافات وانعامات کا شکر گزار ہونا اور مصیبت وتکلیف کے وقت خدا کی رضا پر راضی رہنا اسی کو میسر آسکتا ہے جس کا خدا پر ایمان ہو اور آخرت پر یقین۔ جیسا کہ ابو یحییٰ صہیب بن سنان سے مروی ہے

کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (صحیح مسلم)

مومن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کے تمام کام اس کے حق میں بہتری اور خیر کا باعث ہیں اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کے لیے نہیں۔ اگر اس کو کوئی مسرور کن بات پہنچتی ہے تو اس پر (اللہ تعالیٰ) کا شکر ادا کرتا ہے پس یہ اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر کوئی پریشان کن خبر پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے (یعنی اسے برداشت کرتا ہے اور خدا کی رضا پر راضی رہتا ہے پس یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔

مومن کی زندگی چونکہ وجہ آزمائش ہوتی ہے اس لیے اس پر کسی وقت بھی تکلیف و مصیبت کا آنا از بس ضروری ہے بلکہ جو شخص جس قدر خدا کے تقرب کے لیے کوشاں ہوگا اسی قدر وہ ابتلاء و آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا۔ چونکہ انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت خدا کے ہاں زیادہ مقرب ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ امتحانوں اور آزمائشوں میں ڈالے گئے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اَشَدَّ الْبَلَاءِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ

کہ سب سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں انبیاءؑ پر آئیں۔

چنانچہ جملہ انبیاء نے ہر کٹھن مرحلہ میں ہر خطرہ اور مصیبت کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا، حق پر ڈٹے رہے اور صبر کو دامن سے نہ جانے دیا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے ان کی اس خوبی کو اجمالی طور پر اس طرح بیان کیا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی

الْمُرْسَلِيْنَ ۝ پ۷ الانعام ع ۴)

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذاء دی گئی۔ یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے قصص پہنچ چکے ہیں۔

چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر و تحمل کا عملی نمونہ اس مختصر سے مضمون میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انحصار یہ ہے کہ:۔

حضرت نوح علیہ السلام ۹۵۰ سال کی تبلیغ کے دوران جن بے شمار مصائب کا شکار ہوئے ان میں نہایت حوصلہ مندی اور استقامت کا ثبوت دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بے شمار مصائب اٹھانے کے علاوہ کفار کی جلائی ہوئی آگ میں حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ کہتے ہوئے داخل ہو گئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ کہہ کر کمال صبر و استقلال کا عملی نمونہ پیش کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ سبق دیا:۔

اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (الاعراف۔ پ۹ ع ۵)

کہ تم خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔ تحقیق زمین اللہ کے لیے ہے جس کو چاہے وہ مالک (حاکم) بنا دیتا ہے اپنے بندوں میں سے اور آخر کار کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب ان کے بیٹوں نے عشاء کے وقت آکر کہا کہ یوسف تو لقمۂ ذئب بن گیا ہے اور ثبوت کے لیے ایک خون آلود قمیص پیش کی تو یہ خونچکاں اور جگر پاش خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس صبر و ہمت اور استقامت کا

عملی نمونہ پیش وہ یہ ہے :۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (پ۱۲ - یوسف - ع ۲)

فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ سو خیر صبر جمیل ہی ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے۔

اسی طرح جب انہوں نے دوسری بار بنیامین کے متعلق آکر حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتلایا کہ تمہارے بیٹے نے چوری کی جس کی پاداش میں اسے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا گیا تو یہ غم آپ کے لیے مزید پریشان کن تھا لیکن پھر بھی صبر کا ہی نمونہ پیش کیا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (یوسف - پ۱۳ - ع ۴)

فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ سو صبر جمیل ہی ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا کیونکہ وہ خوب واقف اور حکمت والا ہے۔

اس سے دو سبق حاصل ہوتے ہیں :۔

۱۔ صدمہ و تکلیف کے وقت صبر کیا جائے۔

۲۔ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے ناامید نہ ہوا جائے۔

دو بیٹوں کی گمشدگی سے حضرت یعقوب ــــ سراپا رنج و الم بن گئے۔ چنانچہ صدمہ کا اثر دل پر ہونے سے آنکھوں سے برابر آنسو بہنے لگے جس کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ○

اور غم سے روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹے۔

آپ نے اس بے چینی و بے قراری کی صورت میں یہ سبق دیا :۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

فرمایا میں تو اپنے رنج وغم کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں۔

قرآن حکیم نے اس بات کی صراحت کر دی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹے گم ہونے کا جو صدمہ لاحق ہوا اس کو کمال حوصلہ مندی سے برداشت کیا۔ زبان سے آہ و بکا نہ کی اور نہ ہی ایسے الفاظ زبان سے ادا کیے جو منشاء الٰہی کے خلاف تھے۔

چونکہ انبیاء علیہم السلام عوام الناس سے درجات ومراتب کے لحاظ سے اعلیٰ وافضل ہوتے ہیں اس لیے ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی دوسروں سے یک گونہ زیادہ ہوتی ہیں جن کو سرانجام دینے میں نہایت ضبط اور صبر وتحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کو زیادہ سے زیادہ صبر کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو پند ونصائح کیں ان میں سے یہ بھی ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

........اور اس ذمہ داری کو سرانجام دینے میں ہر مصیبت پر صبر کر، یقیناً صبر کرنا ہمت کے کاموں سے ہے۔

سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب برسرعام حق وصداقت کی آواز بلند کرنے پر مامور ہوئے تو حکم خداوندی ہوا۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○ اور (حق وصداقت کی تبلیغ واشاعت وغیرہ کے سلسلہ میں جو تکلیف وایذا پہنچے اس پر) اپنے رب (کی خوشنودی) کیلئے صبر کر

اسی طرح سورہ مزمل میں آپ کو تکلیف ومصیبت کے وقت یہ تعلیم دی گئی ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○

اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور حسنِ تدبیر کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔

اسی طرح سورۃ الدھر میں فرمایا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ○

سو اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے اور ان میں سے کسی فاسق وفاجر کے کہنے میں نہ آیئے

سورہ الاحقاف میں یوں ارشاد ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ

دوسرے باہمت پیغمبروں کی طرح صبر کرو اور ان لوگوں کے لیے انتقام کی جلدی نہ کیجئے

جس طرح خدا تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر واستقامت اور حلم وتحمل کی تعلیم دی اسی طرح آپ کی امت کو بھی یہی سبق دیا گیا۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ○

تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤگے اور تم ان لوگوں سے دل آزاری کی بہت سی باتیں سنوگے جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور ان سے جو مشرک ہیں اور اگر تم صبر اختیار کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کاموں سے ہے

گویا کہ مسلمان اپنے آپ کو آزاد کسی وقت بھی آزاد نہ سمجھے وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ میں یہی سبق ہے کہ مسلمان ہمہ وقت خدا کا مطیع وفرمانبردار رہے۔ اس کی آزمائش کسی وقت، اور کسی طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور سچوں میں امتیاز کے لیے آزمائش ضرور کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے کسی قدر خوف اور فاقہ سے اور مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے

کہ) جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد حقیقتاً) اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں گی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں

غرضیکہ اسلام نے مسلمان کو یہ تلقین کی ہے کہ ابتدائے زندگی سے تا حین موت ہر رنج و غم، دکھ، تکلیف، مصیبت اور پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ بلکہ اسلام نے تو صبر کی خوبی کو تکمیلِ ایمان کا جزو قرار دیا اور اسے حقیقی کامیابی سے تعبیر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

زمانے کی قسم! انسان بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، ایک دوسرے کو حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش اور صبر کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تکمیل عمل صالح، تلقین حق اور تلقین صبر سے ہوتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ صبر کی خوبی نہ صرف اپنے اندر پیدا کی جائے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنی چاہیئے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آخری آیت میں ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

مسلمان کے لیے اس کی جان، مال، اولاد سب امتحان ہیں، چنانچہ ان میں سے کسی کے چھن جانے کی صورت میں جو شخص خدا کی رضا پر راضی رہے گا یقیناً اسے جنت واجب کر دی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میرے مومن بندہ کے لیے میرے پاس سوائے جنت

کے اور کوئی بدلہ نہیں ہے جب کہ میں اس کی دنیاوی محبوب چیزوں میں سے کسی ایک کو قبض کروں اور وہ اس پر صابر رہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ،

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں اپنے بندہ کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) سے محروم کر دیتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دیتا ہوں۔" (بخاری)

انہی سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"مومن پر جتنی بڑی مصیبت نازل ہوگی اتنا ہی بڑا اسے بدلہ دیا جائیگا۔" (ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ آنحضور سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"مسلمان کو جو کچھ تکان، مرض، حزن وملال اور تکلیف وغم لاحق ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کانٹا بھی لگ جائے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اس کے بدلہ میں اللہ رب العزت اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

گویا کہ صبر ایمان کی تکمیل کا سبب ہے۔ صبر گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔ صبر خدا کی خوشنودی کے حصول کا راز ہے۔ صبر سے جنت کا سرٹیفکیٹ حاصل ہوتا ہے۔ صابرین کا اجر وثواب بے حساب اور بے پایاں ہے۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ صبر کرنے والوں کو معیت وتائید ربانی نصیب ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ صبر روشنی کا چراغ ہے۔ الصبر ضیاء الحدیث

علاوہ ازیں صبر سے قناعت، عفو ودرگزر، جہاد میں ثابت قدمی، ضبطِ نفس جیسی صفات اور خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ صبر ہر حالت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ صبر سے لالچ، طمع اور حرص وہوس کا قلع قمع ہوتا ہے۔ صبر سے سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔